جبر واکراہ قرآن مجید کے تناظر میں

* ڈاکٹر سلیم شاہ

جبر واکراہ کا معنی زبردستی کرنا ہے، اکراہ کا اصلی مادہ ''کرہ'' ہے اس کا معنی مشقت اور مجبوری ہے۔ کَرُہ اور کُرہ مصدر ہے، اکراہ وہ مشقت جس پر کسی کو مجبور کیا جائے۔ ''کُرہ'' بالضم کے معنی اپنے آپ کو مجبور کرنا اور ''کَرہ'' بالفتح کسی غیر کو مجبور کرنے کے معنی میں آتا ہے۔(۱)

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ''کَرہ'' زبر کے ساتھ اور کِرہ'' زیر کے ساتھ دونوں ہم معنی ہیں اور اس پر اکثر اہل لغت کا اتفاق ہے۔(۲)

امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ:

> ''کَرہ'' (کاف کی زبر کے ساتھ) کا معنی قابل برداشت مشقت اور ''کُرہ'' (کاف کی پیش کے ساتھ) کا معنی خود اختیاری مشقت ہے''۔(۳)

اور جب یہ باب افعال سے آئے تو (اکرهته) اس کا معنی ہے ''میں نے اسے مجبور کر دیا (جب کہ وہ اسے ناپسند کرتا تھا)۔

اور جب باب تفعیل سے ہو تو یہ حبّب کا ضد بنتا ہے، قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (۴)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

''اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور اسے مزین کر دیا تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی''۔

اکراہ کا اصطلاحی مفہوم

فقہاء اور مفسرین نے اکراہ کا اصطلاحی معنی یوں بیان کیا ہے:

''خطرناک ذرائع یا اس کی دھمکی سے کسی پر دباؤ ڈالنا کہ کوئی کام کرے یا چھوڑ دے'' (۵)

قرآن کریم میں لفظ ''اکراہ'' کا استعمال

قرآن کریم میں اکراہ کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ﴾ (۶)

''(جب موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھ کر جادوگروں نے ایمان لایا تو انہوں نے فرعون کو صاف جواب دے دیا) ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں کہ ہماری خطائیں بخش دے خصوصاً جادوگری کی خطا جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاط وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۷)

''اور اپنی مملوکہ لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو (اور بالخصوص) جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں اور محض اس لیے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد (ان کے لیے) بخشنے والا مہربان ہے''۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَىِّ﴾ (۸)

''دین میں زبردستی نہیں ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے''۔

مندرجہ بالا قرآنی نصوص پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکراہ کا قرآنی مفہوم ہی فقہاء نے اپنایا ہے اکراہ میں زبردستی اور زبردستی میں دھمکی اور دھمکی میں اس کے اسباب وغیرہ کا ذکر خود بخود اس مفہوم میں داخل ہو جاتا ہے، فقہاء نے دھمکی کی صورت میں وسائل اور اس کی حقیقت کے بارے میں تحقیق کرنے اور ان کے تعین کی کوششیں کی ہیں چنانچہ اس بات پر وہ سب متفق ہیں کہ دھمکی کی صورت میں ضروری ہے کہ دھمکی دینے والا ان وسائل کے استعمال پر قادر ہو، وہ اپنی دھمکی میں سنجیدہ ہو اور مجبور کردہ شخص اس سے خطرہ محسوس کر رہا ہو۔ یہ تمام شرطیں موجود ہوں گی تو اکراہ متحقق ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔

اکراہ کے اقسام

عام طور پر فقہائے کرام نے اکراہ کی دو اقسام بیان کی ہیں اکراہ تام جسے اکراہ ملجئ بھی کہتے ہیں اور اکراہ ناقص جسے اکراہ غیر ملجئ بھی کہتے ہیں۔

اکراہ تام:

اس اکراہ کا نام ہے جس میں جان سے مارنے یا کسی عضو کے کاٹنے یا ایسی مار پٹائی کی دھمکی دی گئی ہو جو ناقابل برداشت ہو اس سے جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خدشہ ہو، البتہ ناقابل برداشت کی کوئی جامع تعریف نہیں، اس کے بارے میں حنفیہ کا اصول ''رأی المبتلی به'' ہی کارآمد پہچان کا ذریعہ ہے۔ اس قسم کے اکراہ کا اثر اقوال پر بھی ہوتا ہے اور افعال پر بھی۔ اس اکراہ سے مکرہ کی رضامندی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا اختیار فاسد ہو جاتا ہے۔(۹)

اکراہ ناقص یا غیر ملجئ وہ ہے جس میں اس قسم کی دھمکی نہ ہو بلکہ اس سے کم درجہ کی اذیت کی دھمکی ہو مثلاً قید کرنا، مالی نقصان پہنچانا، ہتھکڑیاں ڈالنا وغیرہ۔ اس قسم کی دھمکی سے بھی آدمی پریشانی سے دوچار ہو جاتا ہے مگر اس میں جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خطرہ نہیں ہوتا ہے۔ اس قسم کے اکراہ سے مکرہ کی رضا تو معدوم ہو جاتی ہے لیکن اختیار پھر بھی باقی رہتا ہے، اس اکراہ کا اقوال وافعال پر اثر نہیں ہوتا ہے اگر اس دھمکی میں آ کر کسی نے کوئی اقدام کیا تو وہ اس اقدام کا خود ذمہ دار ہوگا۔

فقہائے حنفیہ میں سے علامہ فخر الاسلام بزدوی (400ھ ــ 484ھ) نے اکراہ کی ایک تیسری قسم کا بھی ذکر کیا ہے جس کو انہوں نے ''اکراہ ادبی'' کا نام دیا ہے، اور وہ یہ کہ کوئی کسی کو، ان کے لواحقین عزیز واقارب کو قید کرنے یا اُن کو جانی ومالی نقصان پہنچانے کی دھمکی دے دے۔ (۱۰)

ملا احمد جیون نے اس قسم کے اکراہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

''اس سے رضا معدوم اور اختیار فاسد ہو جاتا ہے''۔(۱۱)

بعض علماء نے اس کو اکراہ ملجئ ہی قرار دیا ہے اس لیے کہ بعض قریبی رشتہ دار مثلاً والدین، اولاد، میاں بیوی کے قتل کی دھمکی بھی اتنی شدید اور سخت ہوتی ہے جتنی کسی کو اس کے اپنے قتل کے بارے میں دھمکی دی جائے۔(۱۲)

ان علماء کی یہ بات قرین قیاس ہے لیکن اگر دھمکی ان کو قید کرنے یا ہتھکڑیاں ڈالنے یا اس نوعیت کی ہو تو پھر یہ اکراہ غیر ملجئ کی ایک قسم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اکراہ کی شروط

اکراہ کے عناصر اربعہ یہ ہیں:

''مکرِہ''، یعنی زبردستی کرنے والا، ''مکرَہ''، جس پر جبر وزبردستی کی جاتی ہے، ''مکرہ علیه''، جس کام کے لیے زبردستی کی جاتی ہے اور ''مکرہ به''، جس ذریعے سے زبردستی کی جاتی ہے۔

''مکرِہ'' (زبردستی کرنے والا) تب مکرِہ تصور ہوگا جب وہ دھمکی کو عملی بنانے کی قدرت رکھتا ہو، مثلاً قتل کی دھمکی دینے والا قتل کرنے پر قادر ہو۔ (۱۳)

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی دھمکی اور اکراہ میں سنجیدہ ہو، اگر اس دھمکی میں سنجیدگی نہ ہو تو اکراہ مکمّل نہیں ہوگا

''مکرَہ'' تب مکرہ تصور ہوگا جب اس کا غالب گمان ہو کہ انکار کی صورت میں مکرِہ اپنی دھمکی پر عملدرآمد کرے گا، نیز مکرہ نہ اس کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا ہو اور نہ راہِ فرار اختیار کرنے کی۔ ''مکرَہ'' جس کام سے کنارہ کشی کرتا ہے وہ یا تو اس کا اپنا حق ہو یا شرعی حق ہو، اور اس کے ارتکاب سے پھر مکرہ کی نجات کا یقین یا ظن غالب ہو ، اب اگر کسی نے کہا کہ خودکشی کر دو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا، تو اس صورت میں مکرہ کے لیے خودکشی کی اجازت نہیں سوائے اس کے کہ قتل کرنے کی دھمکی میں قتل کی نوعیت خودکشی کے مقابلے میں بہت سخت ہو، اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے:

((فتنة السوط اشد من فتنة القتل))(۱۴)

''کوڑے مارنے کا عذاب قتل کے عذاب سے سخت ہے''

ایک شرط یہ ہے مکرَہ اکراہ کرنے والے کے مقابلے میں کمی بیشی نہ کرے، اس بارے میں نہایت مناسب رائے امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی ہے کہ مطلوبہ عمل سے تجاوز نہ کرے مثلاً اگر اکراہ ایک طلاق کے لیے ہے تو تین طلاق نہ دے ورنہ اکراہ متحقق نہیں ہوگا، لیکن اگر تین کا مطالبہ ہو اور ایک طلاق دیتا ہے تو یہ اکراہ میں آتا ہے۔ اور پھر اہم شرط یہ ہے کہ مکرَہ اکراہ ہی کی وجہ سے وہ عمل کرتا ہو اگر خود بھی چاہتا ہو کہ یہی عمل کرے پھر اکراہ کا دخل متصور نہیں ہوگا۔

مکرہ بہ

اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ دھمکی کے ساتھ اگر عملی تعذیب بھی شامل ہو جیسے مار پیٹ، گلہ دبانا یا پانی میں غوطے دینا تو اکراہ حقیقی متحقق ہوتا ہے اگر محض دھمکی ہو عملاً کوئی تعذیب نہ ہو تو پھر اس بات کا یقین یا ظن غالب ہونا

چاہیے کہ دھمکی پر عمل ہوگا۔اس بارے میں جو روایات ہیں اکثر میں عملی تعذیب کا نہیں بلکہ تعذیب کی دھمکی کا ذکر ہے ،اگر چہ بعض روایات میں عملی تعذیب کا ذکر بھی ہے جیسا کہ عمار بن یاسر کا واقعہ ہے،لیکن اس میں عملی تعذیب کے شرط ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اکراہ کا اثر

اکراہ جبر اور زبردستی کا نام ہے،لیکن اس سے اہلیت ختم نہیں ہوتی ہے اور نہ کلی طور پر اختیار سلب ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ قتل،تلف مال یا طلاق سے اگر اکراہ ہو جائے تو قتل کی صورت میں قصاص اور تلفِ مال کی صورت میں تاوان کس پر ہوگا نیز طلاق میں علیحدگی ہوگی یا نہیں۔

اس سوال کا جواب ذرا تفصیل طلب ہے بظاہر تو ان امور کا ارتکاب کرنے والا مکرَہ ہی ہے اس لیے قصاص اور تاوان اسی پر ہوگا اور طلاق کی صورت میں علیحدگی بھی ہوگی کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مکرَہ کا عمل ایک بے اختیار جانور کی طرح نہیں۔اگر چہ ان اُمور کے ارتکاب میں اس کی رضامندی شامل نہیں۔

اکراہ کا اثر دو قسم کا ہوتا ہے قصد اور رضا میں اثر،اور نسبت کی تبدیلی میں اثر،اختیار کا معنی کسی ممکنہ کام کے کرنے یا نہ کرنے کو ترجیح دینا ہے اور رضا اس کی خواہش کا نام ہے۔حنفیہ کے نزدیک اختیار اس قصد کا نام ہے جس پر عمل کے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں جیسا کسی بھی عقد کے لیے ایجاب وقبول-،اور رضا اس کے اثرات اور نتائج کو بخوشی قبول کرنے کا نام ہے،اس بنیاد پر فقہاء کہتے ہیں کہ اکراہ سے مکرہ کا اختیار معدوم نہیں ہوتا ہے کہ مکرہ مکلّف ہے اور اگر اختیار سلب ہوتا تو پھر اکراہ کی مثال یوں ہوتی جیسا کسی لمبے قد والے کو چھوٹا ہونے پر اکراہ کیا جائے جو ناممکن ہے،البتہ رضا اکراہ سے ختم ہو جاتی ہے،اور اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور یہ اکراہ ملجئ کی صورت میں ہوتا ہے اور اکراہ ناقص سے اختیار تو فاسد نہیں ہوتا ہے لیکن رضاء معدوم ہو جاتی ہے اور اکراہ ادبی سے رضا معدوم ہوتی ہے نہ اختیار۔(۱۵)

نسبت کی تبدیلی

جہاں تک فعل کی نسبت کا تعلق ہے تو قرآن حکیم کی روشنی میں ایسا ممکن نہیں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاَن لَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ ''کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''

لیکن اکراہ کی صورت میں مکرہ کا قصد واختیار فاسد ہو جاتا ہے اس کے فعل کی نسبت مکرہ کی طرف ہو جاتی ہے، مکرہ کے تصرفات کی مختلف اقسام ہیں۔

مکرہ کے ''اقوال'' کی نسبت قائل ہی کی طرف ہوگی۔

قابل فسخ تصرفات قولیہ جیسا خرید وفروخت وغیرہ اکراہ کی وجہ سے فاسد ہو جائیں گے کیونکہ لزوم عقد کے لیے رضا شرط ہے، اور جو نا قابل فسخ تصرفات ہیں جیسے نکاح وطلاق تو حنفیہ کے نزدیک اکراہ کے باوجود نافذ ہوں گے اور اس کی نسبت مکرہ کی طرف ہی ہوگی۔

جہاں تک افعال کا تعلق ہے حنفیہ کے ہاں اس کی دو قسمیں ہیں:

① وہ افعال جن میں مکرَہ مکرِہ کا آلہ کار بن سکتا ہے۔ جیسا اتلاف مال یا قتل نفس۔

② وہ جن میں ایسا نہیں ہوسکتا ہے جیسا شرب خمر وغیرہ۔

پہلی صورت میں فعل کی نسبت مکرِہ کی طرف ہوگی اور وہ اس کا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔(۱۶)

دوسری صورت میں مکرَہ خود ہی ذمہ دار ہوگا اس کی فعل کی نسبت بھی خود اس کی طرف ہوگی۔

شافعیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اکراہ بحق ہے یا بغیر حق، اگر بحق ہے تو فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہوگی جس طرح کسی مالدار آدمی پر قرضہ کی ادائیگی کے لیے اکراہ کیا جائے۔

دوسری صورت میں فعل کی نسبت مکرِہ کی طرف ہوگی اور وہ اس کے اثرات کا متحمل ہوگا۔(۱۷)

نسبت منتقل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فقہاء کی آراء یہی ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اکراہ کی وجہ سے بعض اوقات کوئی فعل مباح ہو جاتا ہے، رخصت ہوتی ہے اور کبھی حرمت قائم ہوتی ہے ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مباحات اکراہ

اکراہ اضطراری حالات میں سے ایک حالت ہے قرآن کریم میں کچھ حرام چیزوں کا ذکر کر کے آخر میں اضطراری حالت کا استثناء کیا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

”تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب سے مر جائے اور جو اونچائی سے گر کر مر جائے اور جو کسی ٹکر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرو، یہ سب گناہ ہیں۔آج کے دن ناامید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے سو، ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا، آج کے دن تمہارے لیے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا، پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں“۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ﴾ (۱۹)

''ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے''۔

علامہ ابوبکر رازی نے لکھا ہے، ان آیات میں اشیاء محرمہ کی تفصیل دے کر بہ وقت ضرورت ان کی اباحت کا حکم دیا ہے آیت دوم میں (اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُم) کے اطلاق نے تو بالکل واضح کر دیا کہ مخمصہ (بھوک) کے ساتھ اس کی اباحت خاص نہیں بلکہ تمام اضطراری حالات میں یہ چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔ (۲۰)

فقہاء کی ایک جماعت نے اس استثناء کے پیش نظر حالتِ اضطراری میں ان اشیاء کا استعمال فرض قرار دیا ہے۔ صاحب جصاص نے لکھا ہے کہ اگر کھانے کی مباح اشیاء موجود بھی ہوں تب بھی اگر ان محرمات کے لیے اکراہ ہو جائے تو اس کا استعمال لازم ہے اور اگر اجازت کے علم کے باوجود وہ انکار پر قتل ہو گیا تو گناہگار ہوگا۔ اس بارے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اکراہ تام ہو، اگر اکراہ ناقص ہو تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔

اکراہ اور رخصت

اباحت سے مراد یہ ہے کہ کسی عمل کو کرنے یا نہ کرنے سے کوئی گناہ نہ ہو، رخصت سے مراد یہ ہے کہ اس عمل کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن اس سے بچنا بہتر اور بچنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رخصت پر عمل نہ کرنا عزیمت ہے اور عزیمت کی قرآن نے بہت تعریف کی ہے۔ (۲۲)

بعض صورتوں میں اکراہ کی وجہ سے ایک کام کی رخصت ہوتی ہے لیکن عزیمت یہ ہوتی ہے کہ اس کام سے اپنا دامن بچایا جائے اور اگر عزیمت کی اس صورت میں مکرہ قتل ہو جائے تو شہادت کا ایک بلند ترین رتبہ ہے جو اسے مل گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (۲۳)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی''۔

اس آیت کی ذیل میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس شخص کو کلمہ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کر دیا گیا کہ اگر یہ کلمہ نہ کہا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی بہ ظن غالب معلوم ہو کہ دھمکی دینے والے کو اس پر پوری قدرت حاصل ہے تو ایسے اکراہ کی حالت میں اگر وہ زبان سے کلمہ کفر کہہ دے مگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو اور اس کلمہ کفر کو باطل اور بُرا جانتا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی''۔(۲۴)

تاہم اگر آدمی رخصت سے کام نہ لے اور عزیمت پر ڈٹا رہے تو یہ بہت اجر اور ثواب کی بات ہے، عزیمت کی فضیلت پر حضرت خباب بن الارت کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم سے پہلی اُمتوں میں تو اہل ایمان کو زمین میں گاڑ کر ان کے سر پر آرا رکھ کر دو حصے کر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچا جاتا تھا لیکن یہ سختی اور تشدد بھی ان کو اپنے دین سے نہیں روک سکے''۔(۲۵)

احادیث میں مذکور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کی عزیمت کے واقعات اس سلسلے کے مضبوط اور نا قابل تردید دلائل ہیں:

کسی کے مال کو تلف کرنے پر اکراہ

اگر کسی مسلمان پر کسی کے مال کو تلف کرنے کے لیے اکراہ ہو جائے تو اکراہِ تام کی صورت میں ان کے لیے بھی رخصت کی رعایت اور عزیمت کے اجر و ثواب کا راستہ موجود ہے یہی حکم اپنے مال کے تلف کرنے پر اکراہ کا بھی ہے، حدیث میں آیا ہے:

((من قتل دون ماله فهو شهيد)) (٢٦)

''جو آدمی اپنے مال کی حفاظت اور بچاؤ کے پاداش میں قتل ہوا تو وہ شہید ہے''

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا ''حضور مجھے بتا دیجئے کہ اگر ایک شخص آ کر ناجائز طور پر میرا مال لینا چاہے (تو میں کیا کروں)''۔ فرمایا ''مت دینا اس کو''۔ عرض کیا ''اگر وہ میرے ساتھ لڑائی پر اتر آئے؟''۔ فرمایا ''تو اس سے لڑو''۔ عرض کیا ''اگر وہ مجھے قتل کر دے؟''۔ فرمایا: ''تو تم شہید ہو''۔ عرض کیا ''اگر میں اسے قتل کر دوں؟''۔ فرمایا ''وہ جہنم میں جائے گا''۔ (٢٧)

امام شافعی کے نزدیک اکراہ کی صورت میں مال کو تلف کرنا مباح ہے، اور اکراہ تام کی صورت میں تو جان بچانے کے لیے فرض ہے، ان کے نزدیک اس صورت میں مکرَہ حکم مضطر میں ہے یعنی دوسری صورت عزیمت نہیں (٢٨) اور امام مالک کے نزدیک مکرَہ کے لیے اس صورت میں واحد راستہ عزیمت والا ہے، کسی کا مال تلف کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں کہ حدیث میں آیا ہے: ((لا ضرر ولا ضرار))(٢٩)

ان مختلف آراء اور ان کے دلائل پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مؤقف افراط و تفریط سے بالاتر ہے، اصل بات یہ ہے کہ اس صورت میں رخصت اور عزیمت کے دونوں راستے مکرہ کے سامنے کھلے ہیں، اور مکرہ وقت اور موقعہ کی مناسبت سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتا ہے، یہی درست راستہ ہے اور قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ کا مدلول ہے۔

اکراہ اور حرمت

اگر کسی پر کسی کی جان لینے کا اکراہ ہو جائے تو اس اکراہ سے بھی اباحت یا رخصت کا راستہ کھلتا نہیں، قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَق﴾ (۳۰)

''اور کسی نفس کو ناحق قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے''۔

یہ حکم اس وقت بھی ہے کہ کسی نے خود اپنے قتل کی اجازت دی ہو، اس طرح اگر زنا کے لیے کسی پر اکراہ ہو جائے تب بھی اُس میں اباحت یا رخصت نہیں ہوگی قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (۳۱)

''اور زنا کاری کے قریب بھی نہ جاؤ یقین کرو وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بڑی برائی کا چلن''۔

اگر کسی عورت پر زنا کے لیے اکراہ کیا گیا تو چونکہ زنا میں تمکین کے علاوہ عورت کا کوئی کردار نہیں ہوتا ہے، اس لیے اس کا حکم مرد سے مختلف ہے کہ عورت سے بالجبر بھی زنا کرایا جا سکتا ہے، لیکن مرد پر ایسا جبر نہیں ہو سکتا ہے کہ جسمانی نشاط مرد کے اپنے اختیار میں نہیں۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۳۲)

''اور اپنی لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو اور (بالخصوص) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں محض اس لیے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد (ان کے لیے) بخشنے والا مہربان ہے''۔

مولانا مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ:

''لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرنا حرام ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا اور وہ آقا کے جبر واکراہ سے مغلوب ہو کر زنا میں مبتلا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمائیں گے اور اس کا سارا گناہ مجبور کرنے والے پر ہوگا''۔(۳۳)

علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

''یعنی زنا ایسی چیز ہے جو جبر واکراہ کے بعد بھی بری رہتی ہے لیکن حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے مکرہ کی بے بسی اور بے چارگی کو دیکھ کر درگذر فرماتا ہے اس صورت میں مکرِہ (زبردستی کرنے والے) پر سخت عذاب ہوگا اور مکرَہ پر (جس پر زبردستی کی گئی) رحم کیا جائے گا''(۳۴)

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اکراہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جرم کو معاف کر دیا ہے تو یہ معافی آخرت کے اعتبار سے ہے یا دنیوی عقوبت بھی اس سے ساقط ہو جاتی ہے مثلاً زنا کی سزا جو حد یا رجم ہے جو کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس بارے میں امام ابوحنیفہ کا قدیم قول یہ ہے کہ:

''اگر کسی مرد پر زنا کے لیے اکراہ کیا گیا تو اس پر حد زنا جاری کرنا لازم ہے کیونکہ زنا کا تعلق عضو تناسل کے انتشار سے ہے اور یہ جبر واکراہ سے نہیں ہوسکتا ہے''۔(۳۵)

لیکن امام صاحب کا ہی دوسرا اور آخری قول یہ ہے کہ:

''اگر جبر واکراہ سلطان کی طرف سے ہو تو پھر مکرہ شرعی سزا کا مستحق نہیں اور صاحبین ابو یوسف اور محمد کے نزدیک سلطان (حکمران) کی قید بھی نہیں بلکہ کسی بھی مسلط شخص کی طرف سے اکراہ ہوسکتا ہے اور حنفی فقہاء میں سے علامہ سرخسیؒ نے صاحبین کے قول کو راجح قرار دیا ہے''۔(۳۶)

اور امام ابوحنیفہؒ نے جو دلیل دی ہے کہ انتشار کے لیے اکراہ کا نہ ہونا لازم ہے اس بارے میں دیگر فقہاء نے بتایا ہے کہ نیند کی حالت میں بغیر رضا واختیار کے انتشار ہوتا ہے نیز اکراہ کے اوقات مختلف ہوسکتے ہیں اس لیے مرد پر

زنا کے لیے اکراہ کرنا کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی ہر ایک سے دو دو قول مروی ہیں، ایک میں حد کا واجب ہونا اور دوسرے میں حد کا ساقط ہونا (۳۷) تاہم تفصیلات میں اختلاف ہے۔

اگر عورت پر اکراہ کیا گیا ہے تو اس پر اتفاق ہے کہ اس پر حد یا رجم نہیں ہے، اس بارے میں جو دلائل دیئے گئے ہیں ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ بھی شامل ہے اور وہ یہ ہے:

((روی سعید با سناده عن طارق بن شهاب قال أُتی عمر رضی اللّٰه عنه بامرأة قد زنت فقالت انی کنت نائمة فلم استیقظ الا برجل قد جثم علیّ فخلی سبیلها ولم یضربها))(۳۸)

''سعید نے اپنی سند سے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت لائی گئی جس نے زنا کیا تھا وہ عورت بولی: میں سوئی ہوئی تھی جب آنکھ کھلی تو ایک آدمی میرے اوپر جھپٹا بیٹھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا اور سزا نہ دی''۔

دوسری روایت ہے:

((عن ابی عبد الرحمن السلمی قال لقد أُتی عمر بن الخطاب رضی الله عنه بامرآة جهدها العطش فمرت علی راع فاستسقت فأبی أن یسقیها إلا أن تمکنه من نفسها فشاور الناس فی رجمها فقال علیّ رضی اللّٰه عنه هذه مضطرة أری أن تخلی سبیلها ففعل)) (۳۹)

''ابوعبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت لائی گئی جو پیاس سے نڈھال ہوگئی تھی پھر اس نے ایک چرواہے کے پاس جا کر پانی مانگا چرواہے نے اُس وقت تک پانی دینے سے انکار کردیا جب تک وہ اس کے ساتھ زنا نہ کرلے پھر اس نے ایسا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مجبور تھی میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو چھوڑ دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو چھوڑ دیا''۔

چنانچہ اس بارے میں راجح بات یہ ہے کہ مکرھہ عورت پر حد کی سزا نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں بے اختیار ہے۔

اکراہ اور سزائے مرتد

اکراہ سے کلمہ کفر کہنے کا حکم پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور اگر اکراہ تام ہو تو اس سے ردّت نہیں ہوگی اور میاں بیوی کے درمیان تفریق بھی، اس بارے میں اہم ضابطہ اور اصول یہ قرآنی آیت ہے: ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (۴۰)

اور اگر اکراہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے کے لیے کیا گیا تو اس بارے میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اگر کسی کو حضرت محمد ﷺ پر سبّ وشتم کرنے کے لیے مجبور کر دیا گیا، اس پر اُس نے زبانی طور پر وہی کلمات کہے لیکن اس کا دل آپ ﷺ کے احترام سے لبریز تھا وہ بندہ مرتد ہوگا نہ بیوی علیحدہ ہوگی''۔(۴۱)

تاہم علامہ کاسانی کا مؤقف یہ ہے کہ:

> ''قضاء عدالت میں اس کی یہ مجبوری تسلیم نہیں ہوگی بلکہ وہ مرتد ہی تصور ہوگا''۔(۴۲)

ابوعبیدہ بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا نہیں کہا پھر انہوں نے چھوڑ دیا جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت عمار بن یاسر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: عمار! تم نے پیچھا کیسے چھڑایا؟۔ عرض کیا ''بری بات ہے جب تک میں نے آپ کے بارے میں زبان نہیں کھولی انہوں نے مجھے نہیں چھوڑا''۔ آپ ﷺ نے پوچھا ''آپ کے دل میں کیا بات تھی؟''۔ عرض کیا ''ایمان پر مطمئن تھا''۔ فرمایا ''اگر وہ دوبارہ ایسا کریں تو تم بھی دوبارہ ویسا ہی کرو''۔(۴۳)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بارے میں مشرکین مکہ کے کہنے پر جو الفاظ ادا کیے تھے وہ خالصۃً بامر مجبوری کیے تھے۔ ان کے دل میں آپ ﷺ کی پوری عقیدت اور محبت موجود تھی۔ ہاں اگر کوئی شخص زبان سے نامناسب الفاظ بامر مجبوری ادا کرتا ہے اور اس موقع پر اس کا دل بھی اس کی زبان کا ساتھ دے تو ایسی صورت میں مرتد شمار ہوگا اور اُسے ردت کی سزا بھگتنی ہوگی۔

اس لیے بعض فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ مکرہ کے لیے بہرحال توریہ کرنا لازم ہے۔ ذیل میں ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں: ''توریہ، ورّی، یورّی کا مصدر ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں''۔ (۴۴)

اور اصطلاح میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

((اطلاق لفظ ظاهر فی معنی وارادة معنی آخر یتنا وله ذلك اللفظ ان لم یکن ظاهرا))

''یعنی ایک لفظ جو ایک معنی میں ظاہر ہے اس کو ذکر کر کے اس کا دوسرا معنی مراد لیا جائے جو اس لفظ کا معنی ہو لیکن غیر ظاہر''۔

بعض علماء نے کلمۂ کفر کہنے یا صلیب کے یا بت کے سامنے سجدہ کرنے یا آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے پر اکراہ کی صورت میں توریہ کرنا شرط قرار دیا ہے، اگر ایسا نہیں کیا تو مکرہ پر مرتد کا حکم ہوگا۔

توریہ کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جب کسی کو کفر باللہ کے لیے کہا جائے تو وہ یوں کہے:

((آنا کافر باللاهي)) یعنی میں لہو ولعب کرنے والے کا انکار کرتا ہوں۔ اگر اُسے کفر بالنبی کے لیے کہا جائے تو وہ زبان سے نبی کا لفظ استعمال کرے لیکن دل میں نبی کا لغوی اور لفظی مفہوم رکھے یعنی اونچی زمین وغیرہ۔ اگر کسی کو بُت کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو وہ بظاہر بُت کو سجدہ کرے لیکن دل میں نیت اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہونے کے کرے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا دل مطمئن تھا اور دل کے اطمینان ہی پر نجات کا دارومدار ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ بلیادی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، ص ۷۳۵

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۷، ص ۴۳۱

۳۔ اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن ج ۱، ص ۴۲۹

۴۔ الحجرات: ۷

۵۔ دیکھیے مصطفیٰ الزرقاء، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، ص ۳٦۸

۶۔ طٰہٰ: ۷۳

۷۔ النور: ۳۳

۸۔ البقرہ: ۲۵٦

۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الکاسانی، علامہ علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۵۷

۱۰۔ کنز الوصول الی معرفۃ الاصول: ص ۳۵۷

۱۱۔ نورالانور، ص ۳۱۱

۱۲۔ دیکھیے فتح المعین شرح الکنز لملا مسکین، ج ۳، ص ۲۸۹

۱۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، السرخسی، المبسوط، ج ۲۴، ص ۴۷ اور ردالمختار علی للدر المختار، ج ۵، ص ۸۹

۱۴۔ دیکھیے، السرخسی، المبسوط، ج ۲۴، ص ٦۹

۱۵۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، التلویح علی التوضیح، ج ۲، ص ۱۹٦۔۱۹۷

۱٦۔ دیکھیے، تکملہ فتح القدیر، ج ۷، ص ۲۹۲، تبیین الحقائق، ج ۵، ص ۱۸، التلویح علی التوضیح، ج ۲، ص ۱۹۷

۱۷۔ دیکھیے التقریر والتحبیر، ج ۲، ص ۲۰٦

۱۸۔ المائدہ: ۳

۱۹۔ الانعام: ۱۱۹

۲۰۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۲۷

۲۱۔ الجصاص، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۲۷

۲۲۔ روضۃ الناظر فی اصول الفقہ ،ص ۴۹۔۵۰

۲۳۔ النحل:۱۰۶

۲۴۔ مفتی محمد شفیع ،معارف القرآن ،ج ۵،ص ۳۹۴

۲۵۔ البخاری ،الجامع الصحیح ،کتاب الاکراہ ،ج ۹،ص ۲۵۔۲۶

۲۶۔ البخاری ،الجامع الصحیح ،باب من قتل دون مالہ فھو شہید ،ج ۲،ص ۸۷۷

۲۷۔ امام مسلم ،الجامع الصحیح ،ج ۱،ص ۱۱۳

۲۸۔ دیکھیے ،السیوطی ،علامہ جلال الدین ،الاشباہ والنظائر ،ج ۱،ص ۲۰۷

۲۹۔ رواہ مالک مرسلا ،دیکھیے ،مجمع الزوائد ،ج ۴،ص ۱۱،سبل السلام ،ج ۳،ص ۸۴

۳۰۔ بنی اسرائیل:۳۳

۳۱۔ بنی اسرائیل:۳۳

۳۲۔ النور:۳۳

۳۳۔ مفتی محمد شفیع ،معارف القرآن ،ج ۶،ص ۴۰۵

۳۴۔ عثمانی ،علامہ شبیر احمد عثمانی ،تفسیر عثمانی ،ص ۳۷۴ ،حاشیہ نمبر ۴

۳۵۔ بدائع الصنائع ،ج ۷،ص ۱۸۰

۳۶۔ دیکھیے ،المبسوط ،ج ۲۴،ص ۸۹

۳۷۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲،ص ۲۶۹ اور قلیوبی و عمیرہ علی المنہاج ، ج ۴،ص ۱۷۹۔۱۸۰)

۳۸۔ اس اثر کو ابن قدامہ نے بروایت اثرم ذکر کیا ہے، دیکھیے ،المغنی ،ج ۸،ص ۱۸۶۔۱۸۷

۳۹۔ البیہقی ،السنن ،باب من زنی بامرأۃ مستکرھۃ ،ج ۸،ص ۲۳۶

۴۰۔ تکملہ بحر الرائق ،ج ۸،ص ۷۷

۴۱۔ المبسوط ،ج ۲۴،ص ۱۳۰

۴۲۔ بدائع الصنائع ،ج ۷،ص ۱۷۹

۴۳۔ المبسوط ،ج ۲۴،ص ۴۳

۴۴۔ المصباح المیزان ،ج ۲،ص ۹۵